OPEN ACCESS
Al-Idrak
Fiqh Al-Usrah
ISSN (Online): 2789-3227
ISSN (Print): 2789-3235
www.alidrakresearchjournal.com

شریعت اسلامیہ میں سربراہ خاندان کی حیثیت وذمہ داریاں اور گھریلو تشدد بل 2021ء کا تجزیاتی مطالعہ

The Status and obligations of the head of the family under Islamic Shriah and an analysis of the Domestic Violence Bill 2021

☆ **Dr. Nabeela Falak,**
Assistant Professor and Chairperson, Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Sargodha Campus

Citation:
Falak, Dr. Nabeela " The Status and obligations of the head of the family under Islamic Shriah and an analysis of the Domestic Violence Bill 2021."Al-Idrāk Research Journal, 3, no.1, Jan-June (2023): 86– 107.

ABSTRACT

The purpose of this study is to shed light on the position and duties of the head of the family within the Islamic family structure. In order to determine the status of the head of the family, an analytical examination of the most recent domestic violence legislation has also been conducted for this research work. Males have been granted head authority by Allah to maintain the stability of the family unit. It attempts to explain the biases and causes of this male headship and associated duties in the Islamic family structure. Male and female were given different physical and natural characteristics by Allah. Males are responsible for taking care of the family's finances, as well as the parenting, education, and training of the children. Males are permitted to take some strict action against their wives and children to discipline them if they do not obey and cooperate with the head of the family. Males today abuse their position of power by abusing women, beating them, as a result, the prevalence of domestic violence is rising steadily. In Pakistan legislation has been made to stop domestic abuse.in Pakistani society it is believed that men are the ones who commit acts of violence against women. Changes to men's standing and power, that will upend families and foster disorder, have recently been attempted to be legislated. The goal of this research study is to offer a male perspective and obligations-based critical analysis of Pakistan's domestic violence legislation.

Key Words: Islamic Shriah, Head of Family, Status, Responsibilities, Domestic Violence, legislation, Analysis.

موضوع کا تعارف

خاندان اسلامی ریاست کا ایک اہم ادارہ ہے، کسی بھی ادارے کو چلانے کے لئے نظم اور اصول و قواعد کی ضرورت ہوتی ہے۔ خاندان کی بنیاد نکاح پر استوار ہوتی ہے، مرد اور عورت کے حقوق و فرائض سے یہ ادارہ بخوبی اور احسن طریقے سے چلتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے دونوں کے درمیان کاموں کی منصفانہ تقسیم کی ہے اور دونوں کے دائرہ کار الگ الگ رکھے ہیں۔ اس سلسلے میں اس نے دونوں کی فطری صلاحیتوں کی بھرپور رعایت کی ہے۔ کسی ادارہ کے منظم انداز میں سرگرم عمل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ایک سربراہ ہو، جو اس کے تمام کاموں کی نگرانی کرے، اس کے نظم وضبط کو درست اور چاق وچوبند رکھے، اس سے وابستہ تمام افراد کی سرگرمیوں پر نظر رکھے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے ماتحتوں اور اس کے درمیان محبت و خیر خواہی پر مبنی ربط باہمی پایا جائے۔ وہ ان کے حقوق پہچانے اور ان کو تحفظ فراہم کرے اور خاندان کے دیگر افراد بھی پوری خوش دلی کے ساتھ سربراہ خاندان کے ساتھ تعاون کریں۔ یہ ذمے داری کسی ایک فرد کو ہی دی جا سکتی ہے، اسلام میں یہ ذمہ داری مرد کو سونپی ہے۔ نگران و سربراہ بنانے کا مطلب ہرگز نہیں کہ اسلام میں مردوں کو عورتوں اور دیگر افرادِ خانہ پر حاکمانہ اقتدار دے دیا گیا ہے اور وہ جس طرح چاہے تمام افراد کے ساتھ سلوک روا رکھے۔ بلکہ سرپرست ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ افراد خانہ کی تعلیم وتربیت پر توجہ دے، ان کے معاملات کی نگرانی کرے، حقوق اللہ کی ادائیگی کی تاکید کرے اور اس معاملے میں ان سے کوتاہی ہوتی ہے تو ان کی گرفت کرے۔ اچھے کاموں کا حکم دے، برے کاموں سے روکے۔ جس طرح کوئی حکمراں اپنی رعایا کی دیکھ بھال کرتا ہے، اسی طرح سربراہ خاندان کی زمہ داری ہے کہ وہ افراد خانہ کی دیکھ بھال کرے ور ان کے حقوق اور مفادات کا تحفظ کرے۔ لیکن اگر کہیں سربراہ خاندان اپنی ذمہ داری پوری نہ کرے اور اختیارات کا غلط وناجائز استعمال کرے تو گھر کا نظام بگڑ جاتا ہے، جس طرح ہمارے معاشرے میں مرد اپنے سربراہ ہونے کا ناجائز استعمال کرتے ہیں خاندان کے افراد کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے، خصوصا عورتوں اور بچوں پر بے جا سختی اور تشدد کرنا عام ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ گھر کے افراد بھی بے جا آزادی کے خواہاں اور سرکش رویہ اختیار کرتے جا رہے ہیں، جس کی وجہ سے خاندانی نظام بگاڑ کا شکار ہو رہا ہے۔ جب کسی معاشرے میں اس طرح کے حالات پیدا ہو جائیں تو ریاست کو نظم برقرار رکھنے کے لئے قانون کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ پاکستان میں اس طرح کی افراط و تفریط کو روکنے کے لئے گھریلو تشدد بل، تحفظ و تدارک، کے نام

سے قانون سازی کی گئی ہے۔ ان بلز میں گھریلو تشدد کو روکنے کے لئے سربراہ خاندان پر بہت سی پابندیاں لگائی گئی ہیں جو کہ اسلامی تعلیمات کی روح کے منافی ہیں

شریعت اسلامیہ اور سربراہ خاندان کا کردار

اسلام کی نظر میں جہاں مرد وعورت کی تخلیق کا مقصد معاشرتی زندگی کی خوبصورتی کو ابھارنا ہے، وہیں انسان کی خاندانی زندگی کو مضبوط اور مستحکم بنانا بھی اس کے مقاصد میں شامل ہے۔ کیونکہ دیگر نظام ہائے زندگی کا دارومدار خاندانی زندگی کے استحکام سے وابستہ ہے، خاندان معاشرتی زندگی کی وہ پہلی اینٹ ہے جس سے سارا معاشرہ تعمیر کی قوت حاصل کرتا ہے۔ اسلام خاندان کا ایک وسیع ترین تصور رکھتا ہے ایک مسلم خاندان میں صرف میاں بیوی اور بچے ہی شامل نہیں ہوتے بلکہ دادا دادی، نانا نانی، چچا، پھوپھیاں وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں۔ اسلام خاندان کا ایک ایسا تصور پیش کرتا ہے جو حقوق و فرائض، خلوص و محبت اور ایثار و قربانی کے اعلیٰ ترین قلبی احساسات اور جذبات کی مضبوط ڈور سے بندھا ہوتا ہے۔ اسلام خاندان سے بننے والے معاشرے کے جملہ معاملات کی اساس، اخلاق کو بناتا ہے۔ اسلام نے خاندان کی طرف خصوصی توجہ دی ہے، تاکہ اس ادارے کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا جائے اور ایک مضبوط، صالح اور فلاحی معاشرے کا قیام وجود میں آئے جو انفرادی و اجتماعی حقوق و فرائض کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرے۔

خاندان میں اس کے ہر فرد کے لیے اسلام نے الگ الگ حقوق اور حدود مقرر کی ہیں، ان میں کسی کا دائرہ اختیار اتنا وسیع ہے کہ صرف اسی فرد کو پورے کنبے کا نگران بنا کر اسکی ذمہ داریوں کو مقرر کرتے ہوئے گھر کے دوسرے افرد کو اسی دائرہ کار میں اپنے تمام کام کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس تناظر اسلام جس اہم کرادر کا انتخاب کرتا ہے ،وہ ہے سربراہ کا کردار گھر کے افراد کای سربراہ ایک مرد کو مقرر کیا گیا ہے ۔ نگران ایک باپ، شوہر، بھائی، بیٹا یا اسکے علاوہ انسان کے محرم رشتوں میں سے کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ اسلام نے گھریلو زندگی کو امن سے بہرہ ور کرنے کے لئے اور انتظام کو درست رکھنے کے لئے اسلام نے گھریلو زندگی میں مرد کو عورت پر ایک درجہ دے کر کچھ اختیارات اور ذمہ داریاں عطا کی ہیں۔ کوئی بھی ادارہ سربراہ کے بغیر نہیں چل سکتا، ہر ادارے کی بہتر کارکردگی کے لئے اختیارات کا ارتکاز ضروری ہے۔ مرد کی بعض صلاحیتوں اور عورت کی ذمہ داریوں کی بنا پر مرد کو گھریلو زندگی میں قوام بنایا گیا ہے۔ قوام سے مراد محافظ، نگران اور منتظم اور مدبر کے ہیں۔

مرد میں قوامیت کے عناصر موجود ہیں، مرد ہی اخراجات کا مکلف ہے وہ ہی گھر کے نظام کو خراب ہونے سے بچاتا ہے، بچوں کی پرورش، دیکھ بھال، اور فلاح کے ذرائع اور اسباب فراہم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ"۔ [1]

"عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں۔ جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں، البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے"۔

اسی ذمے داری کی بنا پر مرد کو قرآن میں "قوام" (سربراہ) کہا گیا ہے۔

"الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ"۔ [2]

"مرد عورتوں کے سربراہ ہیں، اس سبب سے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں"۔

مرد کی قوامیت کی اساس

1۔ مرد کی قوامیت کی پہلی اساس اس کی تخلیقی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر عطا کی ہے۔ ان میں جسمانی قوت اور توانائی زیادہ رکھی ہے۔

2۔ مرد کی قوامیت کی دوسری اساس یہ ہے کہ مرد عورتوں اور بچوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور نان و نفقہ اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کا انتظام کرتے ہیں۔

3۔ قوامیت کی تیسری اساس یہ ہے کہ مرد کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے:

"وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّآ أَن يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَاْ ٱلَّذِي بِيَدِهِۦ عُقْدَةُ ٱلنِّكَاحِۚ وَأَن تَعْفُوٓاْ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰۚ وَلَا تَنسَوُاْ ٱلْفَضْلَ بَيْنَكُمْۚ إِنَّ ٱللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ"۔۔[3]

1۔ البقرۃ،2:228

Al-Baqaḥraḥ, 2:233.

1. 2۔ النساء،4:34

Al-Nisā,4:34.

3۔ البقرہ۔2:237

"جب چاہے اسے کھول دے، جبکہ عورت کو یہ آزادی حاصل نہیں ہے کہ وہ نکاح کی گرہ کو جب چاہے کھول سکے، اسے خلع کا راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اسے مجاز ادارے کو مطمئن کرنا پڑتا ہے، بڑوں کو قائل کرنا پڑتا ہے"۔

عورت فطرتاً گھر کے امور اور اولاد کو پالنے میں خوشی محسوس کرتی ہے اور باہر کی محنت و مشقت اور طاقت کے کاموں سے گھبراتی ہے۔ اس کی فطرت میں اطاعت کا مادہ زیادہ ہے۔ جبکہ مرد عقل، طاقت، معاملہ فہمی، انتظام امور میں عورت پر فوقیت رکھتا ہے۔ مشکل کام محنت و مشقت اور حاکمانہ اختیار اس کی فطرت میں داخل ہے۔ ان دونوں کا مل جل کر رہنا، اپنے اپنے فطری اوصاف کے مطابق اپنے اپنے فرائض انجام دینا حسن معاشرت کا سنگِ بنیاد ہے اور خاندانی نظام کو بہتر طور پر قائم رکھنے کے لئے دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔

قوامیت کی حدود

اسلام ایسے خاندانی نظام کو پسند کرتا ہے جس میں نظم اور ضبط ہو۔ نظم ایک ذمہ دار ناظم ہی قائم رکھ سکتا ہے۔ خاندان کے اندر راذمہ داری اور اختیار دینے کا معنیٰ ہرگز یہ نہیں کہ اس کو گھر کا ایک جابر اور ظالم حاکم بنا دیا گیا ہو اور عورت اور دیگر افراد اس کے ملازم ہیں مرد کا بھی یہ فرض ہے کہ اپنے اختیارات کو اصلاح کے لئے استعمال کرے، زیادتی کے لئے نہیں۔ ظ "قوام" کا عربی زبان میں مطلب ہے کسی کام میں مشغول ہونا، کسی کام کو سنبھالنا، اہل و عیال کی دیکھ بھال کرنا، کفالت کرنا، خرچ اٹھانا۔[1]

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے لکھا ہے:

"قوام یا قیم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی حفاظت و نگہبانی کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو"۔[2]

Al-Baqaḥraḥ, 2:237.

1 ۔ کیرانوی، مولانا وحید الزمان، **القاموس الوحید** (لاہور: ادارہ اسلامیات، 2001ء)، 345

Waḥīd Al-Zamān, *Al-Qāmūs Al-Waḥīd* (Lahore: Idāra Islāmiyāt,2001),245.

2 ۔ مودودی، مولانا ابوالاعلی، **تفہیم القرآن** (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن 1949ء)، 1:349۔

Maudūdī, Maulāna Abū ʻAlā, *Tafḥīm al-Qurān* (Lāḥore: Idāraḥ Tajmān Al- Quran, 1949), 1: 349.

"قوام اس شخص کو کہا جاتا ہے، جو کسی معالے کو خوب اچھی طرح انجام دے۔ عورت کا قیم یا قوام اس شخص کو کہا جاتا ہے، جو اس کے کام انجام دے اور اس کی حفاظت کا اہتمام کرے"۔

یعنی انھیں عورتوں اور بچوں کو ادب سکھانے اور کوتاہی کو صورت میں ان کی گرفت کرنے کی ذمے داری کی گئی ہے۔ شوہر کی حیثیت خاندن میں ایک نگرانِ اعلیٰ کی ہے، جس کے ماتحت بیوی بچے اور دیگر متعلقین پوری آزادی کے ساتھ اپنی سرگرمیاں انجام دیتے ہیں۔ مرد ان کی کفالت کرتا ہے، تحفظ فراہم کرتا ہے اور ان کی اصلاح کرتا ہے۔ بیوی بچوں سے اگر کوئی کوتاہی سرزد ہوتی ہے تو ان کو سمجھانا اور ہر اچھے برے پر نظر رکھنا مرد کی ذمہ داری ہے۔ اور یہ سب نگرانی بیوی اور بچوں کی بھلائی کے لئے ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا"

مرد کے سربراہ ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اس کے ماتحت افراد خانہ مجبور محض ہوں اور ان کے پاس کوئی اختیار نہ ہو۔

دوسری طرف اسلام عورت کو بھی حکم دیتا ہے کہ وہ مردوں کی اطاعت کریں اور یہ بھی واضح کرتا ہے کہ مردوں کو قوامیت کی ذمہ داری دینا عورتوں کی حق تلفی نہیں ہے اور نہ ہی ان کی توہین ہے، بلکہ ایسا صرف خاندانی نظام کو درست اور منظم رکھنے کے لئے کیا گیا ہے، اس لئے عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہروں کا کہا مانیں، انہیں خوش رکھیں اور ان کی سرتابی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "مرد عورتوں کے محافظ ہیں" یعنی عورتوں اور گھر کے دیگر افراد کے معاملات کے نگران، محافظ، صلاح کار اور سرپرست ہیں۔ ان اختیارات کی تحدید ان الفاظ میں کی: " وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ "۔[1]

---

2. 1 ۔ النساء، 19:4

Al-Nisā,4:34.

"ان کے ساتھ اچھی زندگی گزارو" مرد کے نگران ہونے کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ وہ گھر اور عورت کا حاکمران بن گیا ہے اور اس کے کسی عمل پر سوال نہیں کیا جا سکتا۔ عورت اس کے ہر حکم کی پابند ہے۔[1]

اگر علم حیاتیات کی رو سے دیکھا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ مرد جسمانی طور پر عورت سے مختلف ہے اور جسمانی لحاظ سے طاقت ور واقع ہوا ہے۔ اسی بناء پر اسے زیادہ ذمہ دار بنایا گیا ہے اور مرد کو جو درجہ دیا گیا ہے اس کا تعلق حقوق سے نہیں فرائض سے ہے۔[2]

اگر عورت یا بچے بلاوجہ یا سرکشی کے طور پر بات نہ مانیں جائز حکم عدولی کریں تو مرد کو ادب سکھانے کا حق حاصل ہے اور یہ اس کی ذمہ داری ہے۔ اگر عورت بلاوجہ مرد کے حقوق ادا نہ کرے اور اس کی خلاف ورزی کرے تو شوہر کو حق ہے کہ وہ اس کو ادب سکھائے۔ اس تادیب کا بھی اسلام نے طریقہ بتایا ہے، نظامِ خاندان میں اگر عورت اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل نہ کرے، خود سر اور نافرمان ہو تو عورت کی اصلاح و تادیب کے لئے شوہر کو اسے معمولی نفسیاتی یا جسمانی سزا دینے کا اختیار ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ النساء آیت:34 میں فرماتے ہیں:

"ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعۡضَهُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٖ وَبِمَآ أَنفَقُواْ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡۚ فَٱلصَّٰلِحَٰتُ قَٰنِتَٰتٌ حَٰفِظَٰتٞ لِّلۡغَيۡبِ بِمَا حَفِظَ ٱللَّهُۚ وَٱلَّٰتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَٱهۡجُرُوهُنَّ فِي ٱلۡمَضَاجِعِ وَٱضۡرِبُوهُنَّۖ فَإِنۡ أَطَعۡنَكُمۡ فَلَا تَبۡغُواْ عَلَيۡهِنَّ سَبِيلًاۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيّٗا كَبِيرٗا"۔[3]

1۔ شمس تبریزی، **مسلم پرسنل لاء اور اسلام کا خاندانی نظام** (کراچی: مجلس ناشرات اسلام، س۔ن)، 211

Shams Tabrizī, *Muslim Personal Law Islām kā Khāndanī Niẓām* (Karāchi: Majlis Nashrāt Islām, S.N), 211.

2 ۔ڈاکٹر ذاکر نائیک، **اسلام میں عورتوں کے حقوق، جدید یا فرسودہ** (لاہور: دار النوار، 2016ء)، 8

Dr. Zākir Naīk, *Islām maīn Uratū k Ḥaqūq, Jadīd yā Farsūdaḥ* (Lahore: Dār al Nūr, 2016), 8

3. 3 ۔ النساء، 4:34

Al-Nisā,4:34.

«مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو جو نیک بیبیاں ہیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے خدا کی حفاظت میں (مال وآبرو کی) خبر داری کرتی ہیں اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی (اور بدخوئی) کرنے لگی ہیں تو (پہلے) ان کو (زبانی) سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کے ساتھ سونا ترک کردو اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زدوکوب کرو اور اگر فرمانبردار ہو جائیں تو پھر ان کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو بے شک خدا سب سے اعلیٰ (اور) جلیل القدر ہے»

اس آیت میں تادیب کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ خواب گاہوں میں رہتے ہوئے جنسی تعلق سے کنارہ کش رہنا نفسیاتی تادیب ہے اور مارنا جسمانی تادیب ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے:

"یعنی اگر کوئی عورت خاوند سے بدخوئی کرے تو پہلا درجہ تو یہ ہے کہ مرد اس کو زبانی فہمائش کرے اور سمجھادے۔ اگر نہ مانے تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ جدا سوئے، لیکن اسی گھر میں، اس پر بھی نہ مانے تو آخری درجہ یہ ہے کہ اس کو مارے بھی۔۔۔ ہر تقصیر کا ایک درجہ ہے، اسی کے موافق تادیب یا تنبیہ کی اجازت ہے، جس کے تین درجے ترتیب وار آیت میں مذکور ہیں"۔[1]

"ترکِ تعلق" سے بھی سرکش عورت کی اصلاح نہ ہو تو قرآن نے تیسری تدبیر یہ بتائی ہے کہ انھیں کچھ جسمانی سزا دی جائے (واضربوھن)۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ مارنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے کہ عام حالات میں بیوی کی ضرور پٹائی کی جائے، بلکہ مخصوص صورت حال میں، جب اس کی سرکشی اور نافرمانی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہو، شوہر کو اجازت دی گئی ہے کہ اگر دیگر تدابیر سے کام نہ چلے تو ناگزیر صورت میں بیوی کو بہت معمولی اور ہلکی جسمانی سزا دے سکتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی پیش نظر رکھنے کی تاکید کی گئی ہے کہ اس جسمانی سزا کا مقصد تادیب ہے نہ کہ بیوی پر ظلم ڈھانا اور اس پر تشدد روا رکھنا۔ اسی وجہ سے اس معاملے میں غیر معمولی احتیاط برتنے کا حکم دیا گیا ہے۔

---

1 ۔ شبیر احمد عثمانی، القرآن الکریم، مع ترجمہ شیخ الہند محمود حسن، ص:109

Shabbir Ahmad Uthmani, *Al-Qur'an Al-Kareem*, translated by Sheikh Al-Hind Mahmood Hasan, p. 109

مارنے کا مقصد عورت کو ذلیل ورسوا کرنا یا اسے جسمانی اذیت پہنچانا نہیں، بلکہ اس کی اصلاح وتادیب ہے، اس لیے علماء نے صراحت کی ہے کہ شوہر مارنے میں حتی الامکان احتیاط رکھے۔ مثلاً: چہرے پر مارے، ایک ہی جگہ نہ مارے، لاٹھی ڈنڈے سے نہ مارے، بلکہ رومال سے یا کسی اور ہلکی چیز سے مارے، جس سے جسم پر کوئی نشان نہ پڑے۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے لکھا ہے:

"یہ مطلب نہیں ہے کہ تینوں کام بہ یک وقت کرڈالے جائیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ نشوز کی حالت میں ان تینوں تدبیروں کی اجازت ہے۔ جہاں ہلکی تدبیر سے اصلاح ہوسکتی ہو وہاں سخت تدبیر سے کام نہ لینا چاہیے"۔[1]

میاں بیوی کے تعلق کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ اس میں ایک قسم کا ناز بھی ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عورتوں سے خیر خواہی کیا کرو"۔[2] تادیب کا دوسرا درجہ بستر سے الگ کرنا ہے اور یہ ترک تعلق خلوت سے باہر نہ ہو۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ اس کا اظہار لوگوں کے سامنے نہ ہو تاکہ عورت کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو اور بچوں کے سامنے بھی اظہار نہ ہو، تاکہ بچوں کی تربیت میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔ اس تادیب کا مقصد نافرمانی کی اصلاح ہے بیوی کو ذلیل کرنا یا بچوں میں بگاڑ پیدا کرنا نہیں ہے۔ اگر عورت پھر بھی سرکشی سے باز نہ آئے تو پھر اسے ادب سکھانے کے لئے ہلکی مار کی اجازت ہے اور یہ ایسی سرزنش ہو جو سخت نہ ہو، جس سے عورت کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اور مرد کو اس حد تک جانے کی اجازت اس صورت میں ہے جب عورت کی نافرنانی اس درجہ کی ہو کہ اس سے گھر کے بکھر جانے اور خاندانی نظام کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔ اگر بیوی بد زبانی کرے شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی کام کرے یا گھر سے نکلے، شوہر کے کپڑے پھاڑے تو اس صورت میں شوہر کو بیوی کی جسمانی تعزیر کا حق ہے۔[3] شوہر

1۔ مودودی، **تفہیم القرآن**، 1:503۔

Maudūdī, *Tafḥīm al-Qurān*, 1: 349.

2۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح** (مصر: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، الرقم: 3331۔

Al-Bukhārī, Muhammad ibn Ismā'il, *Al-Jami 'al-Sahih* (Miṣar: Dār Tawq al-Najāt, 1422 AH), Ḥadīth #: .3331

3۔ ابن نجیم، **بحر الرائق** (بیروت: دار الاحیاء تراث العربی، 2003ء)، 5:48۔

Ibn Nujaīm, *Al-Baḥr Al-Rā'iq* (Bairūt: Dār Aḥyā Al-Turāth Al-ʿarabī, 2003), 5: 48.

ناحق اور بلاوجہ بیوی کو مارے تو خود شوہر کی تعزیر ہو گی۔ اور فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر شوہر کی مار پیٹ کی وجہ سے اگر بیوی کی جان چلی جائے تو شوہر پر دیت واجب ہو گی۔[1]

خاندانی زندگی کی بہتری کے لئے مردوں کو نگہبان بنایا گیا ہے ۔۔ انہیں عورتوں اور بچوں کے معاملات کی نگہبانی سونپی گئی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قوامیت کا تصور اپنا حقیقی مقام کھو چکا ہے۔ مردوں نے اپنے حقوق کا تحفظ تو کر لیا مگر عورت کے معاملے میں افراط و تفریط کا شکار رہا۔ رفتہ رفتہ مرد کی قوامیت اور نگہبانی، بلاوجہ رعب ڈالنا، خوف و دہشت، ظلم اور عورت کے حقوق سے کوتاہی کی علامت بن گیا ہے۔ لوگوں نے اس تعلق کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ آجکل ہمارے معاشرے میں بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا فقدان ہے۔ مردوں میں ایسے بھی ہیں جو اپنے منصب قوامیت کو عورت کے استحصال کا زریعہ بنا لیتے ہیں کہ ان کو حاکم کے اختیارات حاصل ہیں، عورت کو ساتھی کی بجائے ملازمہ سمجھتے ہوئے زبان اور ہاتھ کے نارواستعمال کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ عورت پر جسمانی تشدد کرتے ہیں اور اسے مختلف طریقوں سے تکالیف پہنچاتے ہیں۔ جبکہ اسلام میں عورت پر تصرف کی ایسی کوئی ظالمانہ صورت جائز نہیں۔ اسلام میں شوہر کے حقوق کا یہ مطلب نہیں کہ بیوی کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

اگرچہ بہ وقت ضرورتِ شدیدہ بیویوں کو بطور تادیب علامتی طور پر مارنے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن شریعت کا عمومی مزاج یہ معلوم ہوتا ہے کہ حتی الامکان اس سے گریز کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی اجازت دینے کے باوجود اسے ناپسند فرمایا ہے۔ امام شافعیؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے، جس میں عورتوں کو مارنے کی اجازتِ نبوی ﷺ کا ذکر ہے، پھر لکھتے ہیں:

"اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ بیویوں کو مارنے کی اجازت ہے، لیکن زیادہ بہتر ہے کہ ان کو نہ مارا جائے"۔[2]

1 ۔ مرغینانی، برہان الدین ابی الحسن، **ہدایہ** (مصر: المصطفی البابی الحلبی، 1936ء)، 4:281۔
Murghinānī, Burhān al-Dīn Abī al-Ḥasan, *Hidāyah* (Miṣar: Al-Muṣṭafā al-Bābi al-Ḥalabi, 1936, 4: 281.

2 ۔ الرازی، فخر الدین، محمد، **مفاتیح الغیب**، (بیروت: دارالفکر، الطبعۃ الاولیٰ 2005ء)، 10:82۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

ولا یخفیٰ ان تحمل اذی النساء والصبر علیهن افضل من ضربهن الالداع قوی[1]

"یہ بات مخفی نہیں کہ عورتوں کی طرف سے پہنچنے والی اذیت برداشت کرنا اور اس پر صبر کرنا ان کو مارنے سے زیادہ بہتر ہے۔ الا یہ کہ کسی شدید کوتاہی پر بدرجہ مجبوری انھیں مارنا پڑ جائے"۔

عطا کہتے ہیں:

"مرد اپنی بیوی کو کسی چیز کا حکم دے یا کسی چیز سے روکے اور وہ اس کا کہنا نہ مانے تو وہ اسے نہ مارے، بس غصہ کا اظہار کرے"۔

اس قول کو نقل کرنے کے بعد قاضی ابن العربی مالکی فرماتے ہیں: "یہ عطا کی فقہ ہے۔ انھوں نے شریعت کے فہم اور وجوہ اجتہاد سے واقفیت کی بنا پر جان لیا کہ آیت کی رو سے مارنا مباح ہے، لیکن حدیث سے اس کی کراہت معلوم ہوتی ہے"۔ آگے فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک تمام مردوں اور عورتوں کا معاملہ برابر نہیں ہے۔ غلام ڈنڈے کھا کر سیدھا رہتا ہے، جب کہ آزاد کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے۔ بعض عورتیں بلکہ بعض مرد بھی ایسے ہوتے ہیں، جو سزا پا کر سیدھے ہوتے ہیں۔ اگر آدمی کو احساس ہو جائے کہ تادیب کے بغیر چارہ نہیں تو ایسا کر سکتا ہے، لیکن اس کا ترک افضل ہے"۔[2]

اسلام پر اعتراضات کرنے والوں نے قرآن کے اس حکم کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کے نزدیک یہ عورت کی توہین و تذلیل ہے کہ کوئی شخص، خواہ وہ شوہر ہی کیوں نہ ہو، اسے مارے پیٹے۔ قابل غور یہ ہے کہ قرآن نے یہ حکم اس صورت میں، جب دیگر تدابیر ناکام ہو جائیں، ناگزیر فلاحی تدبیر کے طور پر دیا ہے۔ اس کا یہ حکم عام حالات میں اور

Al-Razi, Fakhruddin, Muhammad, *Mafatih-al-Ghaib*, (Beirut: Dar-ul-Fikr,1st Edition:2005), 10:82

1 ۔ آلوسی، علامہ محمود، **روح المعانی**(بیروت: دارالفکر، س۔ن)، 25:5۔

Alūsī, ‘Allāma Maḥmūd, *Rūh al-Ma'ānī* (Beīrūt: Dār al-Fikar, S.N), 5:25.

2 ۔ ابن عربی، محی الدین، **فصوص الحکم**، مترجم: عبدالقدیر صدیقی (حیدرآباد، دکن: جامعہ عثمانیہ، 1942ء)، 124۔

Ibn Arabi, Muḥyiddin, *Fuṣūṣ al-Hikam*, translator: Abdul Qādīr Siddiqui (Hyderābād, Deccan: Uthmānia University, 1942), 1: 176.

عام عورتوں کے لیے نہیں ہے، بلکہ اس مخصوص صورت حال کے لیے ہے، جب عورت خود سر ہو جائے، مرد سے نفرت کرنے لگے، اس کا کہنا نہ مانے اور اسے اپنے سے کم تر سمجھنے لگے۔ جن لوگوں کو قرآن کا یہ حکم عورت کی توہین و تذلیل معلوم ہوتا ہے۔ انھیں عورت کے باغیانہ تیور اور خود سری پر مبنی رویے میں مرد کی تحقیر و تذلیل کا پہلو نظر نہیں آتا۔ مولانا عبد الماجد دریابادیؒ نے لکھا ہے:

"قرآن کا خطاب ظاہر ہے، لیکن بار بار اسے یاد کر لینے کی بھی ضرورت ہے کہ کسی ایک طبقہ، کسی ایک قوم، کسی ایک تمدن سے نہیں، اس کے مخاطب۔۔۔ ہر طبقہ، ہر سطح، ہر ذہنیت کے لوگ پہلی صدی ہجری سے لے کر قیامت تک ہر زمانے اور ہر دور والے ہیں اور اس کے احکام و مسائل میں لحاظ ہر انسانی ضرورت اور ہر بشری ماحول کا کر لیا گیا ہے، چنانچہ یہ مشاہدہ ہے کہ بہت سے معاشرے اور طبقے ایسے ہیں جہاں عورت کے لیے جسمانی سزائیں عام ہیں۔ علاج کی یہ ضرورت ظاہر ہے کہ انہی طبقوں کے لیے ہے۔ پھر اتنی اجازت بھی ضرورت پڑنے ہی پر ہے، ورنہ سیاقِ عبارت نرمی ہی کی سفارش کر رہا ہے۔۔۔ قرآن مجید میں اس حکم کا ملنا قرآن مجید کے حق میں ذرا بھی مضر نہیں، جیسا کہ بعض یورپ زدہ مسلمان سمجھ رہے ہیں، بلکہ یہ تو عین دلیل ہے اس کی کہ قرآن مجید کے احکام ہر طبقے اور ہر مزاج اور ہر سطح انسانی کے لیے ہیں"۔[1]

شریعت کی رو سے سربراہ خاندان کی ذمہ داریاں

1. عائلی معاملات

اسلام نے فطری صلاحیتوں کی بناء پر عائلی ادارہ کی نگہبانی کی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے۔ اب مرد پر لازم ہے کہ وہ اس ادارے کو بیرونی و اندرونی مصائب سے بچائے۔ سربراہی صرف ایک حق نہیں بلکہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ خاندان کے سربراہ پر شریعت نے یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کی تربیت، کفالت، نکاح، علاج معالجہ، تعلیم اور دیگر اخراجات اور ضروری امور کی دیکھ بھال کرے، ان کا مناسب انتظام کرے، انہیں راحت و آرام پہنچائے۔ بچے کی تعلیم کا انتظام کرنا۔ بالغ ہونے پر لڑکا ہو یا لڑکی اس کا نکاح کرنا، اگر بچوں سے یا زیر سرپرست

1 ۔ عبد الماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی** (لاہور: پاک کمپنی، س۔ن)، 809۔

Mājdī,’Abd almājid driyābādī, *Tafsīr Mājdī* (lahore: pak campany, n.d), l,809

افراد سے کسی دوسرے کے معاملے میں کوئی کوتاہی ہو جائے یا کسی دوسرے پر وہ زیادتی کر بیٹھیں تو ولی ہی اس کوتاہی یا زیادتی کا ازالہ کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ خاندان کے لڑکوں کے لیے معقول روزگار کا انتظام کرنا۔

2. مالی کفالت

بیوی بچوں کا نفقہ اور کفالت والد کے ذمہ ہے۔ مرد عورتوں کو اخراجات کے لئے مال و دولت فراہم کرتے ہیں اسی وجہ سے انہیں عورتوں کا نگران بنایا ہے۔ اگر مرد مالی کفالت نہ کریں تو وہ سربراہ کی برتری کے اہل نہیں ہوں گے۔ خرچ سے ہر چیز کا پورا کرنا مراد ہے جس کی بیوی بچوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ گھر، کھانا، دوا، کپڑے، یہ تب بھی دینا واجب ہے جبکہ بیوی مالدار بھی ہو۔[1]

صحیح بخاری میں عنوان "اہل و عیال کا نفقہ والد کے ذمہ ہے" علماء کا قول یہ ہے کہ باپ پر مذکر اولاد کے بالغ ہونے تک اور مونث کے نکاح تک ان کا نفقہ اور اخراجات واجب ہیں۔ آجکل تو یہ حال ہے کہ مرد اپنے حقوق بیوی کے ذمہ سمجھتے ہیں اور بیوی کے حقوق اپنے ذمے نہیں سمجھتے۔ اگر مرد عورت کی اور بچوں کی معاشی کفالت نہیں کرے گا تو عورت معاشی میدان میں مصروف ہو کر اپنی بنیادی و اہم ذمہ داری بچوں کی پرورش اور خاندان کی بہتری کی طرف توجہ نہیں دے پائے گی۔ اگر مرد عورت کے کام کی نوعیت کو نہ سمجھتے ہوئے اس پر خرچ کا احسان بار بار جتائے تو یقینا یہ بات خاندانی نظام کے لئے نقصان دہ بات ہو گی۔[2]

3. عورت کے ساتھ حسن سلوک

عورت کو مرد سے مختلف فطری صلاحیتوں کے ساتھ تخلیق کیا گیا ہے۔ یہ صلاحیتیں اس کے کام اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ معاشرے کی اور خصوصا مردوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مرد اور عورت کے فطری اختلافات کو ملحوظ رکھیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں " عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے رہنا چاہیے، ان کی جانب سے ایذا برداشت کرنا ان کی طرف سے غصہ کو سہنا اصل حسن سلوک ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی اپنی بیویوں

---

1 ۔ سید سابق، **فقہ السنہ** (بیروت: دار الفکر، 1988ء)، 4:148۔
Sayyid Sābiq, *Fiqh al-Sunnah* (Beīrut: Dār al-Fikr, 1988), 4: 148.

2 ۔ ڈاکٹر شاہدہ پروین، **عصری عائلی مسائل اور اسلامی تعلیمات** (لاہور پنجاب یونیورسٹی، پریس پبلیکیشنز، 2013ء)، 263۔
Dr. Shahida Parveen, *Aṣarī Āilī Masāil aūr islāmī Talīmāt* (Lahore: Punjab University, Press Publications, 2013), 263.

کے ایسے معاملات میں تحمل فرماتے تھے۔[1] مرد اگر عورت کے فطری مزاج کا اعتبار نہیں رکھے گا تو عورت کی شخصیت کو مسخ کر دے گا اور انسانی تمدن صحت مند معاشرت سے محروم ہو جائے گا۔ عورت کے ساتھ خوش طبعی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ خوش طبعی کا معاملہ فرماتے ان کی عقل عمر اور مزاج کے مطابق کام کرتے۔ مرد جب فارغ ہو تو عورت کے ساتھ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹائے، یہی حسنِ معاشرت ہے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔[2]

4۔تربیت کی ذمہ داری

مردوں کو عائلی زندگی میں نگہبانی و تحفظ کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور اس سے ہی اہل و عیال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ماں کے ساتھ ساتھ باپ کی شخصیت بھی بچوں پر اثر انداز ہوتی ہے اور غیر محسوس انداز سے تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ لندن کے ایک ادارے کی تحقیقات کے مطابق جذبات، حساسیت، معاشرتی و تہذیبی صلاحیت اور میل جول میں لڑکیاں، لڑکوں سے آگے ہوتی ہیں۔ مگر ان کی یہ صلاحیت والدہ کی طرف سے نہیں بلکہ والد کی طرف سے آتی ہے۔ اس تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذہانت والدہ کی طرف سے آتی ہے۔[3]

عورت کے مزاج کی وجہ سے اگر کوئی تناؤ پیدا ہوتا ہے تو مرد حوصلہ سے عورت کے مزاج کو سمجھے اور ایسا رویہ اختیار کرے جس سے تلخی میں اضافہ نہ ہو، لیکن جو مرد اس کے برعکس سخت رویہ اختیار کرتے ہیں تو وہ اپنا گھر اجاڑ لیتے ہیں۔ بعض گھرانوں میں مرد جاہلی روایات کے تحت اپنے آپ کو جابرانہ اور آمرانہ اختیارات کا مالک سمجھتے ہیں اور آئے روز اپنی عورتوں پر تشدد اور ظلم کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

---

1 ۔ غزالی محمد بن محمد ابو حامد، **احیاء علوم الدین** (بیروت: دار الکتاب العلمیہ، 1992ء)، 2:240۔
Ghazālī, Muḥammad Bin Muḥammad Abu ḥāmad, *Īhyā ʿŪlūamAl Dīn* (Beirut: Dar al-Kitab al-Ulmiya, 1992), 2:240.

2 ۔البخاری، **الجامع الصحیح**، الرقم: 5363۔
Al-Bukhārī, *Al-Jami 'al-Sahih,* Ḥadīth #: .5363

3 ۔ محمد انور، **عورت کی اسلامی زندگی اور جدید سائنسی تحقیقات** (کراچی: ادارہ اشاعت اسلام، 2003ء)، 119۔
Muhammad Anwar, *Uarat ky aslamī zindagī awr jadyd sayinisiī tahaqīqāt* (Karachi: Islam Publishing House, 2003), 119.

جب شادی کی صورت میں ایک خاندان کی بنیاد رکھ دی جاتی ہے اور اس سے کئی رشتے وجود میں آچکے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں خاندان کے استحقام کو برقرار رکھنے کے لیے اسلام افراد خانہ کی ذمہ داریوں کی حدوں کو مقرر کر کسی ایک معتبر انسان کو ان کا ولی وارث بنا کر یہ بھی ثابت کر دیتا ہے کہ زندگی کی اس عمارت میں رہنے والے لوگوں کا مستقبل اب زمانے کی مشکلات سے محفوظ ہے۔ کیونکہ اب وہ بے یار و مددگار نہیں بلکہ ان کا ولی وارث ہر وقت انکی دیکھ بھال اور نگرانی کے لیے موجود ہے، جسکی وجہ سے گھر کا کوئی بھی فرد اپنی حدوں کو پھلانگنے اور کوئی دشمن ان حدود میں داخل ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اب ایک مرد سربراہ جس کے اوپر شریعت نے اتنی ذمہ داریاں ڈالی ہیں اور وہ ان کو ادا کرتا ہے اور پھر ان میں وہ کمی کوتاہی نہیں کر سکتا، کیونکہ اس پر بھی اس کی بازپرس ہوگی۔ اب اس صورتحال میں اگر اس کی ذمہ داریوں گھریلو تشدد سمجھ کر اس پر پابندی لگا دی جائے گی تو سربراہ خاندان اپنی ذمہ داری کیسے پوری کرے گا، اپنے بیوی بچوں کو زمانے اور حالات کی مشکلات سے کیسے بچا پائے گا۔؟

گھریلو تشدد بل 2021ء کا جائزہ

ہمارے معاشرے میں بھی خاندانی زندگی بہت بے سکون اور بے نظم بنتی جارہی ہے۔ عورت گھر کے اندر بحیثیت مجموعی بہت مظلوم ہے، معاشرے میں اسے عزت واحترام کی ضرورت ہے۔ مرد اپنی دینی ذمہ داری اور گھر کے تحفظ کی ذمہ داری کو فراموش کر چکے ہیں۔ ایسے حالات میں مردوں اور معاشرے کے دیگر افراد کو گھریلو تشدد سے باز رکھنے کے لئے قانون سازی کی جاتی ہے۔ پوری دنیا میں گھریلو تشدد کے خلاف قانون سازی کی گئی اور پاکستان کو بھی اس پر قانون سازی کرنے کا پابند بنایا گیا۔[1]

گزشتہ چند برسوں میں پاکستان میں بھی گھریلو تشدد پر قانون سازی کی گئی، جس میں گھر کے سربراہ پر مختلف قسم کی پابندیاں اور سزائیں لگائی گئیں ہیں۔ سیڈا ایک بین الاقوامی معاہدہ ہے جس سے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے منظور کیا ہے۔ ہمارے ہاں گھریلو تشدد کے خاتمے کے عنوان سے منظور کیا جانے والا قانون بھی سیڈا کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے توثیق شدہ کنونشنز کے تحت تمام ریاستوں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ

1 . http://www.un.org.daw cedaw

خواتین کی گھریلو زندگی کے تحفظ کے لئے قانون سازی کریں، حکومتِ پاکستان خصوصاً خواتین کے خلاف امتیاز کی تمام اشکال (سی ای ڈی اے ڈبلیو) کے کنونشن کے تحت قانون سازی کے اقدامات کر رہی ہے۔[1]

زیر بحث قانون سازی کے ابتدائیہ میں پاکستان کے آئین کا حوالہ دیا گیا کہ آئین کی رو سے جنس کی بنیاد پر کوئی بھی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔[2]

اگر اس دفعہ کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ دو جنس ہیں، لیکن اس بنیاد پر کسی کے ساتھ امتیاز نہیں کیا جائے گا، دونوں کے حقوق کا تحفظ اور دونوں کی فلاح و بہبود کے لئے ضروری قانون سازی کی جائے گی۔ تو یہ مطلب درست ہے اور اسلام کی تعلیمات و مقاصد سے متصادم نہیں۔ دوسرے قوانین کی طرح زیرِ بحث قانون میں بھی بعض مثبت پہلوؤں سے انکار ممکن نہیں، جیسا کہ اس قانون کے پہلے حصے میں خواتین کے لئے تحفظ کی بات کی گئی، پہلے حصے کے مطابق خواتین پر تشدد کرنے والوں، ہراساں کرنے والوں، تیزاب پھینکنے والوں کو سخت سزا ملنی چاہیے، یہ قانون سازی اور اقدام درست ہے۔ لیکن اس بل کے دوسرے حصے میں خواتین کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے جو اقدام تجویز کئے گئے ہیں ان سے منفی تاثر ابھرتا ہے۔ "اس قانون کی بنیاد ہی اس غلط مفروضے پر قائم ہے کہ خاندان جو معاشرے کی بنیادی اکائی ہے اس میں مظلوم فریق صرف عورتیں اور بچے ہیں جبکہ ظالم فریق صرف گھر کا مرد ہی ہو سکتا ہے۔ آج یہ حقیقت کسی دیہی علاقے میں تو جزوی طور پر درست ہو سکتی ہے، لیکن شہری علاقوں میں صورتحال اکثر و بیشتر اس کے برعکس ہی نظر آتی ہے، اس لئے مذکورہ قانون کی بنیادی روح ہی غلط ہے۔[3]

قانون سازی کے باوجود گھریلو تشدد کے پیش آنے والے واقعات اور باب اول میں دیئے گئے اعداد و شمار کی روشنی میں یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گھریلو تشدد ابھی بھی موجود ہے بلکہ بڑھ رہا ہے، عام عورتوں کی غالب اکثریت، بچے

---

1 . https://www.un.org/womenwatch/daw/cedaw/

2 ۔ آئین پاکستان 1973

Ayyn Pakistan 1973

3 ۔ صلاح الدین یوسف، **تحفظ خواتین بل کا تنقیدی جائزہ**، محدث، اپریل، 2016۔
Salah Al-Din Yousaf, *tahfaz khawatiyn bil ka tanqaydy jayizh*, muhdath, April, 2016

اور گھریلو ملازمین اب بھی تشدد کا شکار ہیں، جس کا اعتراف خود اقوام متحدہ نے بھی کیا ہے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق:

> "Despite efforts by governments and campaigns carried out by the international organizations, violence against women continued on a wide scale in both developed and developing countries."[1]

اس قانون میں میں گھریلو تشدد کو وسعت دی گئی ہے جس میں جذباتی، نفسیاتی اور زبانی تشدد تشدد کو متعارف کرایا گیا ہے۔ اس کے تحت خاتون خانہ اور بچوں یا زیر کفالت افراد کی حفاظت، آزادی اور رازداری کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے کہ گھر کے کفیل کو ان حقوق میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں ہوگئی۔ کسی قسم کی دھمکی، طلاق کی دھمکی، کوئی توہین آمیز جملہ یا بے عزتی کرنا تشدد کے زمرہ میں آئے گا۔ اس تعریف کو مزید وسعت دی گئی ہے کہ کفیل خانہ کسی بھی طور پر رازداری سے اپنی بیوی یا بچوں کے کردار یا ان کی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کاروائی یا فعل کو Stalking کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یعنی اہل خانہ کی سرگرمیوں کے بارے یا ان کے کردار اور میل جول کے بارے میں کسی قسم کی معلومات حاصل کرنا یا ان کی بیوی بچوں کے سامنے کہنا بذاتہ ایک جرم بن گیا ہے۔[2] حالانکہ اسلام کے خاندانی نظام میں یہ ذمہ داری سربراہ اور ولی کی ہے کہ وہ اہل خانہ کی اخلاقی و دینی تربیت کرے۔

> "گھریلو تشدد کے حوالہ سے جو سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ گھریلو تشدد کی قید چھ ماہ تین سال تک اور ایک لاکھ روپے تک جرمانہ کی سزا متعارف کرائی گئی ہے اور کم از کم پچیس ہزار روپے کفیل خانہ اس مظلوم بیوی یا بیٹی یا بیٹے کو بطور حق رسی عوضانہ ادا کرے گا۔ اس مظلوم یا غمزدہ فرد خانہ کو کفیل خانہ گھر سے نہیں نکال سکتا، ہاں البتہ اگر وہ خود چاہے تو اس کی رہائش کا الگ انتظام کیا جائے گا اور بصورت کرایہ رقم کفیل خانہ ادا کرے گا۔"[3]

---

1 . Un Report, 13th October,2009

2 ۔ کامران ارشد، ایڈوکیٹ، گھریلو تشدد بل 2020ء تعارف، تجزیہ وتبصرہ، پاکستان شریعت کونسل، راولپنڈی، ص:9۔
Kamran Arshad, Educator, *g^hrylu tushadid Bil 2020 ' taearuf, tajazuyh w tubsirh*, Pakistan Shariat Council, Rawalpindi, p: 9

3 ۔ کامران ارشد، ایڈوکیٹ، گھریلو تشدد بل 2020ء، ص:9۔

اس قانون کے مطابق ضرورت پر عدالت رہائش اور حفاظت کے حوالے سے عبوری احکامات جاری کر سکتی ہے اور کفیل خانہ کسی بھی صورت میں متاثرہ فرد سے کوئی رابطہ نہیں کرے گا، اس سے دور رہے گا اور اتنے حفاظتی فاصلہ پر رہے گا جس کا تعین عدالت کرے گی اور ٹریکر پہنے گا تاکہ مظلوم تک رسائی نہ ہو اور اپنے گھر سے بھی بے دخل کیا جائے گا اور متعلقہ تھانہ کو بھی ہدایت جاری کر دی جائے گی کہ وہ اس مظلوم شخص کی حفاظت اور مدد کرے اس عرصہ علیحدگی میں ولی تمام اخرجات ضروریہ اور کرایہ رہائش وغیرہ ادا کرتا رہے گا۔ اس کے برعکس اسلام ہر ممکن طور پر میاں بیوی کے تعلق کو قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے، ایک ساتھ اور قریب رہنے کے احکامات دیتا ہے حتیٰ کہ طلاق کی صورت میں بھی عورت عدت شوہر کے گھر گزارے تاکہ ان میں مفاہمت پیدا ہو اور غلطی کا احساس پیدا ہونے پر دونوں رجوع کر لیں۔ لیکن اس قانون سازی میں صلح مفاہمت کا کوئی راستہ کھلا نہیں چھوڑا گیا۔

> "اس قانون کی دفعہ 3 میں ایک خرابی یہ ہے کہ بیوی کو اور عام عورت کو برابر کر دیا گیا جبکہ بہت سی چیزیں عورتوں کے بارے میں تو غلط ہوتی ہیں، لیکن وہی چیز اپنی بیوی کے حق میں غلط نہیں ہوتی۔ بیوی سے حسد کرنا، مذاق اڑانا اور ہراساں کرنا، طلاق کی مطلق دھمکی دینا یہ جرم کیسے ہو گیا؟ دوسرا یہ مسائل معاشرتی ہیں، جو ہمارے معاشرے میں کثرت کے ساتھ اپنائے جاتے ہیں، جن کی زیادہ تر درستگی اصلاح اور تعلیم کے پہلو سے ہوتی ہے۔"[1]

اس بل کی دفعہ 4 میں نفقہ یا بچوں کو خرچہ باپ نہ دے تو اسے چھ ماہ سے لے کر تین سال تک قید سنادی جائے اور بیس ہزار سے لے کر ایک لاکھ تک جرمانہ کیا جائے۔ اس طرح سے بیٹا والد کو یا بیوی شوہر کو جیل بھجوادے تو مسلہ حل نہیں ہو گا اور نہ محبت برقرار رہے گی، بلکہ الٹا نتیجہ طلاق اور جدائی کی صورت میں ہی نکلے گا۔[2]

Kamran Arshad, Educator, *g^hrylu tushadid Bil 2020 ' taearuf, tajazuyh w tubsirh*, 9

1۔ مفتی افنان احمد، گھریلو تشدد بل 2020ء، ص:24۔

Mufti Afnan Ahmad, *gʰrylu tushadid Bil 2020*, p:24

2۔ طلعت عباس، ایڈووکیٹ گھریلو تشدد بل 2020ء، ص:29۔

Talat Abbas, *gʰrylu tushadid Bil 2020*, p:29.

والد یا باپ جو خرچ کا ذمہ دار ہے اور صرف خرچ کا پابند ہے لیکن وہ تادیبا اہل خانہ سے سے پوچھ نہیں سکتا کہ وہ کیا غلط صحیح کر رہے ہیں۔ یہ گھر کے ایک اہم فرد کے ساتھ ناانصافی نہیں ہے۔؟ والدین کے بھی حقوق ہیں۔ اس قانون میں والدین کے حقوق کی بات نہیں کی گئی۔ صرف بچوں اور ماں کے حقوق کی بات ہے۔ باپ کے حقوق کی بات نہیں۔ اولاد کے بارے میں ناگوار بات کرنا، ان پر شک کا اظہار کرنا جرم ہو گا۔ معاشی تشدد، یعنی کسی بھی قسم کے اختلاف، نافرمانی، کسی بھی وجہ سے بچے کا خرچہ بند کرنا کم کرنا بھی جرم ہو گا۔ اس طرح سے باپ یا سربراہ خاندان کا جو کردار اسلامی تعلیمات کے مطابق ہمیں سمجھ آتا ہے اسے کم بلکہ ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جبکہ اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ادارہ کے منظم انداز میں سرگرم عمل ہونے کے لیے ضروری ہے اس کا ایک سربراہ ہو، جو اس کے تمام کاموں کی نگرانی کرے، اس کے نظم وضبط کو درست رکھے، اس سے وابستہ تمام افراد کی سرگرمیوں پر نظر رکھے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے ماتحتوں اور اس کے درمیان محبت و خیر خواہی پر مبنی ربط باہمی پایا جائے۔ وہ دیگر افراد کے حقوق پہچانے اور ان کو تحفظ فراہم کرے اور افراد خانہ بھی پوری خوش دلی کے ساتھ اس کی بات مانیں اور ان سے سرتابی نہ کریں۔ یہ ذمے داری کسی ایک فرد کو ہی دی جا سکتی ہے۔ اگر یکساں حقوق واختیارات کے ساتھ ایک سے زائد افراد کو کسی ادارے کی سربراہی سونپ دی جائے اور ہر ایک اپنی آزاد مرضی سے اس ادارہ کو چلانا چاہے تو اس کا نظم درہم برہم ہو جانا یقینی ہے۔ مرد اور عورت نظامِ خاندان کے دو بنیادی ارکان ہیں۔ اس کی سربراہی ان میں سے کسی ایک کو ہی دی جا سکتی تھی۔ اسلام نے یہ ذمہ داری مرد کے حوالے کی ہے اور قرآن میں اسی کو "درجہ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حاصل بحث

اسلام خاندان کا ایک ایسا تصور پیش کرتا ہے جو حقوق و فرائض، خلوص ومحبت اور ایثار و قربانی کے اعلیٰ ترین قلبی احساسات اور جذبات کی مضبوط ڈور سے بندھا ہوتا ہے۔ اسلام خاندان سے بننے والے معاشرے کے جملہ معاملات کی اساس، اخلاق کو بناتا ہے۔ اسلام نے خاندان کی طرف خصوصی توجہ دی ہے، تاکہ اس ادارے کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا جائے اور ایک مضبوط، صالح اور فلاحی معاشرے کا قیام وجود میں آئے جو انفرادی واجتماعی حقوق و فرائض کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرے۔ خاندان کے ہر فرد کے لیے اسلام نے الگ الگ حقوق اور حدود مقرر کی ہیں، ان میں کسی کا دائرہ اختیار اتنا وسیع ہے کہ صرف اسی فرد کو پورے کنبے کا نگران بنا کر اسکی ذمہ داریوں

کو مقرر کرتے ہوئے گھر کے دوسرے افرد کو اسی دائرہ کار میں اپنے تمام کام کرنے کا حکم دیا ہے۔اس تناظر اسلام جس اہم کرادر کا انتخاب کرتا ہے ،وہ ہے سربراہ کا کردار گھر کے افراد کا سربراہ ایک مرد کو مقرر کیا گیا ہے۔ خاندان کے اندر راذمہ داری اور اختیار دینے کا معنٰی ہرگز یہ نہیں کہ اس کو گھر کا ایک جابر اور ظالم حاکم بنادیا گیا ہو اور عورت اور دیگر افراد اس کے ملازم ہیں۔سربراہ کا بھی یہ فرض ہے کہ اپنے اختیارات کو اصلاح کے لئے استعمال کرے،زیادتی کے لئے نہیں۔مرد عورتوں اور گھر کے دیگر افراد کے معاملات کے نگران، محافظ، صلاح کار اور سرپرست ہیں۔مردوں کو اہل خانہ کے ساتھ اچھی زندگی گزارنے کا حکم ہے، ظلم وزیادتی سے منع کیا گیا ہے۔

آجکل ہمارے معاشرے میں مرد اپنے اختیارات، طاقت اور سرپرستی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بیوی بچوں کے ساتھ تشدد کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔گھریلو تشدد میں اضافے کی وجہ سے قانون سازی کی گئی جس میں سرپرست یعنی مرد کے کردار اور احترام کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس قانون سازی سے اسلام کے خاندانی نظام کی اصل روح کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔یہ قانون سازی اس مفروضے کی بنیاد پر کی گئی ہے کہ تشدد صرف مرد ہی کرتا ہے، جو کہ سراسر غلط ہے اور حقائق کے بر خلاف ہے۔مذکورہ قانون کا تفصیلی مطالعہ کرنے سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ گھریلو تشدد کی روک تھام کے لئے اس قانون مین مردوں کے لئے بہت سخت رکھی گئی ہے۔ اس قانون سے بعض اپر کلاس سے تعلق رکھنے والی خواتین کا فائدہ ہوا جو اپنے شوہروں پر جھوٹے الزامات لگا کر انھیں پریشان کرتی ہیں یا پھر نسائی تحریک کے ان علمبرداروں کا جو عورت کی مظلومیت کا تمام تر ذمہ دار مرد اور اس کے خاندان والوں کو سمجھتے ہیں، اس قانون کے اطلاق سے گھریلو زندگی کے مسائل میں اضافہ ہو رہا ہے۔اس مسئلہ کو تعلیم وتربیت سے حل کرنے کی ضرورت ہے۔

گھریلو تشدد پر حالیہ قانون سازی کی آڑ میں ہر اس چیز کو نشانہ بنایا گیا ہے جو خاندانی نظام کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔خاندان میں سربراہ کا کردار بہت اہم ہوتا ہے، ایک مرد سربراہ بیوی بچوں کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔نظام کو خراب کرنے والی ہر سرگرمی پر نظر رکھتا ہے اور اسے درست کرنے کی کوشش کرتا ہے جس کی وجہ سے گھر کا ماحول پرسکون اور نظم وضبط رہتا ہے، لیکن اس قانون سازی میں سربراہ کی اس ذمہ داری کو ظلم اور جبر قرار دیا گیا ہے اور اس کو گھریلو تشدد بنادیا گیا ہے۔اس قانون کی روشنی میں سربراہ کا کام صرف اخراجات پورے کرنا رہ گیا ہے، اور پھر جو خرچ کرے اسے بھی گھر سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے، جو باپ یا شوہر ہے وہ محافظ

ہوتے ہیں لیکن اس قانون کی رو سے مردوں کو گھر سے دور رکھ کر خواتین کو پولیس کی حفاظت میں دیا گیا ہے۔ پاکستانی معاشرے میں سب جانتے ہیں کی پولیس کیسے عورتوں کی حفاظت کرتی ہے۔ عورت گھر میں شوہر کے پاس محفوظ ہوتی ہے یا پناہ گاہوں میں۔؟ اگر گھریلو زندگی کو انتشار سے بچانا ہے تو قوامیتِ رجال کا حقیقی تصور اجاگر کرنا ہو گا میاں بیوی، اولاد اور والدین کے درمیان ربط تعلق، ہم آہنگی اور خوشگواری کا فقدان ہے۔ گھروں کی فضاء خوشی، احترام، محبت، شفقت اور پیار سے خالی ہے۔ اسلام زوجین میں ہر دو کے حقوق کی پاسداری کرتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں ان حقوق سے عموماً اعراض برتا جاتا ہے، عورت کو ملازمہ کی طرح رکھا جاتا ہے، اولاد کے حقوق وتربیت پر توجہ نہیں دی جاتی۔ اسلام سربراہ خاندان کو یہ حق بھی عطا کرتا ہے کہ اگر سربراہِ خاندان اپنے علم تجربہ اور خیر خواہی کے تحت محسوس کرتا ہے کہ فلاں فرد کے فلاں کام سے خاندانی وقار مجروح ہو گا یا اس فرد کو دینی ودنیوی نقصان پہنچے گا، تو وہ اسے اس کام سے بالجبر بھی باز رکھ سکتا ہے۔ البتہ جو حقوق اسلام نے فرد کو ذاتی حیثیت سے عطا کیے ہیں، سربراہ کا جان بوجھ کر انہیں پورا نہ کرنا یا افراد پر ان کے حصول کے حوالے سے پابندی عائد کرنا درست نہیں نہ اسلام میں اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔

تجاویز

موضوع ہذا پر بحث وتحقیق کے بعد چند تجاویز اہل علم ودانش کی نظر کی جاتی ہیں:

* مردوں کو اس پہلو پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ وہ عورتوں اور بچوں کی حفاظت و احترام کرے اور اپنے اہل خانہ کے لیے ایسے اقدامات کرے جن سے دنیا میں ان کے وقار میں اضافہ ہو اور آخرت میں اللہ تعالی کے سامنے حاضر ہونے کا احساس غالب رہے۔
* افراد خانہ بالخصوص خواتین ماؤں پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے، کہ وہ اپنے سربراہ کا احترام نہ صرف خود ملحوظ خاطر رکھیں بلکہ اپنے بچوں میں بھی اس کی ترویج وتربیت کریں، معروف امور میں ان کی اطاعت کریں اور جو کام اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں ان کے بجالانے میں اپنے سربراہ خاندان کا پورے طور پر ساتھ دیں۔
* کسی مسئلہ میں قانون آخری حل ہوتا ہے، جہاں کوئی اور راستہ نہ ہو وہاں قانونی راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ زوجین کے تعلقات میں اگر قانون آجائے تو پھر محبت ومؤدت کا وجود ختم ہونے لگتا ہے۔ قانون کی مداخلت

سے پہلے بھی اور بہت سارے طریقے شریعت اسلامیہ اور ہماری معاسرتی روایات نے بتائے ہیں، لیکن مذکورہ قانون سازی سے پہلے کوئی حل نہیں رکھا گیا، خاندانی مسائل کو پہلے ہی مرحلہ میں عدالت تک پہنچا دیا گیاہے اور وہ بھی فوجداری عدالت جہاں پر مصالحت کا بھی کوئی موقع نہی دیا جاتا۔ قانون سازی سے پہلے ان مسائل کا حل مندرجہ ذیل طریقے سے کیا جانا چاہیے:

* نظام تعلیم وتربیت کو بہتر کیا جائے اور اسلام کی خاندانی نظام سے متعلق تعلیمات کو شاملِ نصاب کیا جائے۔
* جمعہ کے خطبات میں گھریلو زندگی کی اہمیت اور سربراہ خاندان کے مقام وو قار کو اجاگر کیا جائے۔
* گھریلو تشدد پر حالیہ قانون سازی پر نظر ثانی کر کے اسے آئین کے مطابق کیا جائے اور خاندانی نظام کو متزلزل کرنے والی شقوں کو ختم کر کے مثبت تبدیلی لائی جائے۔
* اسلامی نظریاتی کونسل کی تجویز کردہ ترامیم کو شامل کر کے اس قانون سازی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بنایا جائے۔